OPEN ACCESS
Al-Tansheet
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2959-4367
ISSN (online): 2959-1473
www.altansheet.com

Al-Tansheet
Vol.:2, Issue: 1, July -Dec 2023 PP: 84-110

حقوق الاطفال کا الہامی تصور: یہودیت، مسیحیت اور اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں ایک تقابلی مطالعہ

The Divine Concept of Children's Rights: A Comparative Study in the light of teachings of Judaism, Christianity, and Islam

Published:
30-12-2023
Accepted:
20-12-2023
Received:
15-11-2023

Dr. Abdur Rahim
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government Postgraduate Jahanzeb College Swat
Email: abdurrahimswati75@gmail.com

Dr. Arsala Khan
Chaiman, Department of Islamic Studies, Government Postgraduate Jahanzeb College Swat
Email: arsalaswat@yahoo.com

Asad Ullah
Bs Research Scholar, Department of Islamic Studies, Government Postgraduate Jahanzeb College Swat
Email: asad010801@gmail.com

Abstract

This research article delves into the profound exploration of children's rights from the perspectives of Judaism, Christianity, and Islam, highlighting the universal concept that transcends geographical boundaries and cultural disparities. Focused on the teachings of these three Abrahamic faiths, the study aims to elucidate the divine essence that underlies the fundamental rights accorded to children. Emphasizing the interconnectedness of humanity, the study underscores the shared human experiences, as exemplified by the universal expressions of children - their laughter and tears-regardless of their geographical origins. By analyzing the scriptures, traditions, and ethical principles of Judaism, Christianity, and Islam, this research seeks to illuminate the intrinsic value attributed to children and the moral obligations vested in safeguarding their rights within these religious frameworks. This comparative analysis illuminates the common ground and divergence in the theological and ethical perspectives concerning children's rights among these faiths, providing insights into the holistic perception of children's well-being and entitlement to protection, education, and nurturing across diverse cultural and religious landscapes.

***Keywords**: Children's Rights, Judaism, Christianity, Islam, Comparative Study, Divine Teachings, Ethics, Universal Human Experience.*

تمہید

بچہ انسانی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ بچپن انسانی زندگی کا وہ اہم ترین مرحلہ ہوتا ہے جو معاشرے کی تشکیل اور سماجی ترقی کا بنیادی سبب ہے۔ زندگی کے اسے مرحلے کے ذریعے انسان اپنی سماجی شناخت بناتا ہے۔ اس مرحلے کا اطلاق پیدائش سے لیکر جوان ہونے تک کے عرصے پر ہوتا ہے۔ اس لئے معاشرہ اور والدین کو بچے کی زندگی کے اس مرحلے کے بارے میں زیادہ سمجھ بوجھ اور توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے اور معاشرہ، خاندان اور والدین کو اس مرحلے میں بچوں کے حقوق وفرائض فرائض کو خود بھی سمجھنے اور اسے بچوں کو بھی سمجھانے کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہی وہ وقت ہوتا ہے جس میں انھیں مکمل رہنمائی اور تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے ہمیں معاشرے میں بچے کے فرائض جاننے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں بچے کے حقوق سے بھی آگاہ ہونا چاہیے۔اسی اہمیت کے پیش نظر تاریخ کے آغاز سے آج تک انسان نے بچپن کو اپنی خاص توجہ اور احتیاط کا مرکز بنایا ہے جو بنیادی طور پر بچے کی دیکھ بھال اور بچے کو ہر طرح کے خطرات اور بیماریوں سے بچانے اور اپنے تجربات اور علم کو منتقل کرنے کی صورت میں کی جاتی ہےاور جب تک بچہ اس عمر کو نہیں پہنچتا جس میں وہ خود پر بھروسہ کرنے کے قابل ہوجائے، ہر معاشرے میں اس کی دیکھ بھال کرنا اس کا حق سمجھا جاتا ہے۔تاہم بچوں میں ان کی دلچسپی کے درجات اور ان کی پرورش کے طریقے اور قوانین ہر تہذیب اور معاشرے کی فکری اور ثقافتی اثرات کی وجہ سے مختلف چلے آرہے ہیں۔ اسی وجہ سے تمام الہامی ادیان بالخصوص اللہ تعالیٰ کے آخری کامل اور مکمل دین، اسلام نے ہزاروں سالوں سے بچے پر بہت زیادہ توجہ دینے کی تعلیم دی ہے اور اسے جو مالی، جسمانی اور روحانی نگہداشت اور اسے بھرپور توجہ اور حقوق عطا کیے ہیں، دنیا کسی اور مذہب یا معاشرہ میں نہیں پائے جاتے۔قرآن کریم نے جس اہتمام اور شان کے ساتھ بچپن کے مراحل اور بچوں کے حقوق کو بیان کیا ہے، یہ صرف قرآن ہی کی عظمت ہے اور اس کی مثال دنیا کے کسی اور مذہبی کتاب یا معاشرتی روایات میں نہیں ملتی۔ قرآن کریم نے بچپن کے مراحل کو بڑی فصاحت، اختصار مگر جامعیت اور اعجاز کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

> "اے لوگو! اگر تمھیں دوبارہ جی اٹھنے میں کچھ شک ہے تو (ذرا یہ توسوچو کہ) ہم نے تمھیں مٹی تخلیق کیا،اس کے بعد نطفے سے، پھر جمے ہوئے خون سے، اس کے بعد گوشت کے ایک لوتھڑے سے جو (کبھی) مکمل بنتا ہے اور (کبھی) نامکمل بنتا ہے تاکہ ہم تمھارے لیے (تمھاری) حقت واضح کرکے بتادیں اور ہم تمھیں (تمہاری) ماؤں کے پیٹ میں جب تک چاہیں ایک متعین مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمھیں ایک بچے کی صورت میں (پیدا کرکے) باہر لاتے ہیں، پھر (تمھیں پالتے ہیں) تاکہ تم عمر کے ایک ایک بھرپور حصے تک پہنچ جاؤ، اور تم میں سے کچھ تو وہ ہیں جو (بڑا ہونے سے پہلے ہی) دنیا سے اٹھالیے جاتے ہیں اور تم ہی میں سے کچھ وہ ہوتے ہیں جن کو (انتہائی بڑھاپے) بدترین عمر تک لوٹا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ سب کچھ سمجھنے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتے" ([1])

حقوق اطفال کے مقاصد اور اہمیت:

انسانی زندگی میں بچپن کا مرحلہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اور بچوں سے متعلق موضوعات پر تحقیق کرنے والوں پر اس

موضوع کی اہمیت پوشیدہ نہیں بلکہ وہ اس موضوع سے متعلق پہلوؤں پر مزید کام کرنے اور اور بچوں کے مسائل کو مزید اجاگر کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ان کی نزدیک بچپن سے متعلق مسائل کو اجاگر کرنے کی ضرورت اس لیے زیادہ ہے کیوں کہ اس عمر میں بچے کو اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں بہت زیادہ توجہ اور دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔عمر کے اس حصے میں بچے کے ذہن کی تمام اقدار، اصولوں اور اخلاقیات کو ذخیرہ کرنے اور حاصل کرنے کی تیاری، خواہ وہ رہنمائی اور مشورے کے ذریعے ہو یا مثالوں کے ذریعے، جو بعد میں اسے موجودہ اور مستقبل کے برے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے مذہبی اور تعلیمی اصولوں اور قواعد کو حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے۔بچوں کی عمر کے اس حصے کو پختگی اور بیداری کے مرحلے میں داخل ہونے، سماجی، اخلاقی اور مذہبی معیارات کو ضم کرنے، اور ذمہ داری قبول کرنے کا ایک اہم مرحلہ سمجھا جاتا ہے۔ بچے کی زندگی پر بچپن کے مرحلے کا اثر، خواہ وہ رویے میں ہو یا ذاتی خصوصیات، زندگی کے کے بعد کے آنے والے مراحل کے لیے بنیاد ہوتی ہے۔زندگی کے اسی مرحلے میں معمعلی سی غفلت اور کوتاہی مستقبل میں کئی معاشرتی اور اجتماعی مسائل کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لئے اس عرصے میں بچوں کی تربیت اور ان کی حقوق کی ادائیگی کا خاص خیال کرنا والدین اور معاشرے کی سب سے اہم ذمہ داری ہوتی ہے۔

منہج تحقیق:

زیر مطالعہ موضوع کی نوعیت اور اہمیت کے پیش نظر اس تحقیقی مضمون میں ایک طرف اسلامی نقطہ نظر کے ساتھ ساتھ دوسری قدیم تہذیبوں اور دیگر ادیان سماویہ یعنی یہودی اور مسیحی قانون کے درمیان تقابل اور تجزیہ کو یکجا کرنے سامنے لانے کی سعی کی گئی ہے۔اس مقصد کے لیے تاریخی نقطہ نظر سے بعض قدیم تہذیبوں مثلاً مصری فرعونی، یونانی اور رومی میں بچوں کے مسائل سے نمٹنے اور ان کے حقوق کے قیام کے ساتھ ساتھ اسلام سے پہلے کے دو الہامی قوانین کے نقطۂ نظر کو ظاہر کرکے اور اسلامی تعلیمات کے تناظر میں ان کا تجزیہ کرکے استفادۂ عام کے لیے سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

حقوق کی اہمیت وضرورت:

انسان اس کائنات کا ایک عظیم اور بے مثال منصوبہ ہے، جس کو اللہ کریم نے تخلیق فرمایا ہے۔ انسان اس کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے جیسے انسانوں حتّٰی کہ جانوروں کے حقوق کا بھی خیال رکھیں، حقوق العباد کی ضرورت انسانیت کی تنظیم اور معاشرتی روایات کے لئے بہت اہم ہے۔ انسانی حقوق اور اختیارات کے موجود ہونے سے انسانوں کی حیثیت، احترام، اور معاشرتی تعلقات کومستحکم بنایا جاتا ہے۔ حقوق ہی کے ذریعے ہر انسان کی حیثیت اور قدر واہمیت کی حفاظت ہوتی ہے۔ حقوق کے بغیر انسان ظلم، بے عدلی، طبقہ بندی، جنسی تفریق، مذہبی تعصب، تشدد اور دیگر ناانصافیوں کا شکار بن جاتا ہیں۔ حقوق کی وجہ سے ہر انسان کو انصاف اور مساوات کے حقوق حاصل ہوتے ہیں، حقوق کی موجودگی قانونی نظام کی استحکام کے لئے بہت اہم ہے۔ قانون کے ذرائع سے انسانوں کے حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے اور جرائم کے مجرموں کو سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حقوق کی پابندیوں سے انسانوں کے درمیان معاشرتی امن وامان کا ایجاد ہوتا ہے۔ اگر انسانوں کے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے تو مختلف جماعتوں اور افراد کے درمیان تنازعات اور تشدد کا خدشہ ہوتا ہے۔ حقوق کے موجود ہونے سے انسانیت کا تعلق اور تنظیم بہتر ہوتے ہیں اور معاشرت میں امن وامان کا ماحول بنتا ہے۔انسانوں کے اپس میں حقوق کے اصولوں

پر عمل کرنا انسانی ترقی اور انصاف کے راستے کی ترویج کرتا ہے۔

بچے کی تعریف:

بچے کو عربی میں "طفل" کہتے ہیں اور طفل کے لغوی معانی ہیں: ہلکا، نرم، نازک۔ بچہ بھی جب پیدا ہوتا ہے وہ انتہائی نرم ،ہلکا ہواور نازک ہوتا ہےطفل کی جمع اطفال ہے۔ ([2])اور ہر چیز کی چھوٹی حالت کو بھی طفل کہتے ہیں۔ ([3])

اصطلاح میں بچے کی تعریف یوں ہے کہ وہ کم عمر شخص جو اپنے امور مثلاً اپنا دیکھ بھال، نان نفقہ اور دیگر بنیادی ضروریات وغیرہ کے انجام دہی سے قاصر ہو۔ ([4])

> "بچہ وہ ہوتا ہے جو ماں کے پیٹ پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ جاتا ہے اور پیدائش کے کچھ عرصہ بعد تک تو اس کو "صبی" کہا جاتا ہے پھر اس کے بعد بلوغت تک بچے کے لئے "طفل" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔" ([5])

بچپن کو انسان کی زندگی کے بنیادی اور اہم مراحل میں سے ایک شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ اس عرصہ میں بچے کی شخصیت جسمانی، ذہنی اور سماجی ہر سطح پر بنتی ہے، جو اس کی آنے والی زندگی، اس کے معاشرے اور یہاں تک کہ پوری قوم پر منفی یا مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔اسلام نے ہزاروں سال پہلے اسی حقیقت کو تسلیم کیا ہے، کیونکہ اس نے اولاد کو ان نعمتوں کے لیے ایک نعمت سمجھا جس کے لیے بہت زیادہ شکر اور مسلسل تعریف کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

> " اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا " ([6])
>
> "مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں، اور جو نیکیاں ہمیشہ رہنے والی ہیں وہ تمھارے پروردگار کے ہاں باعتبار ثواب کے سے بھی بہتر ہیں اور امید وابستہ کرنے کے لیے بھی بہتر ہیں۔"

اسلام نے بچوں کو قوانین کی ایک ناقابل تسخیر باڑ سے گھیر لیااور ان کی حفاظت جان اور حقوق کی تحفظ کے لئے ایسے قوانین ضوابط وضع لیے ہیں۔ جن کا کسی اور دین یا انسانی قانون میں سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ اسلام نے بچوں کے حقوق کے لئے جو قوانیں وضع کیے ہیں ، یہ انہیں آنے والے خطرات اور تباہ کن طوفانوں سے محفوظ بنانے کے ضامن ہیں نیز یہی قوانین انہیں موجودہ اور مستقبل کے خطرات کا سامنا کرنے کے لیے تیار بھی کرتے ہیں۔

قدیم تہذیبوں میں بچوں کے حقوق:

مصری اور فرعونی تہذیب:

مصری معاشرہ بنیادی طور پر دو طبقات میں منقسم تھی۔ ایک طبقہ وہ بادشاہوں اور امراء کا طبقہ تھا جب کہ دوسرا طبقہ غریبوں اور پیشہ ور لوگوں کا طبقہ تھا۔([7]) اس طبقاتی تقسیم کا براہ راست اثر بچوں کے حقوق اور پرورش پر پڑا، خاص طور پر ان کے تعلیم اور تربیت پر۔ اپنی زندگی کے ابتدائی سالوں میں، مصری بچے کو تمام طبقاتی وابستگیوں کے مطابق کچھ حقوق حاصل تھے۔جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

فرعونی تہذیب نے قدیم زمانے میں لڑکیوں کے قتل کے رجحان کو ممنوع قرار دیا تھا۔ اخیناتن بادشاہ کے دور

میں بھی بچپن کے مسئلے میں بہت دلچسپی دیکھنے کو ملتی ہے۔ اخیناتن اپنے ایک شعر میں سورج دیوتا کو مخاطب کرکے جنین کی زندگی کو یوں بیان کرتا ہے:

" يَا خَالِقَ الجُرْثُومَةِ فِي المرأةِ وَ يَا خَالِقَ البَذرِ فِي الرَّجُلِ وَ يَا وَاهِبَ الحيَاة لِلجَنِينِ فِي بَطنِ أمّه مِنحَتُه الطَّمأنِيَنة لِيَبقى حَيًّا حِينَ يُولَد " ([8])

" اے عورت میں جرثومہ پیدا کرنے والے! اے مرد میں بیج پیدا کرنے والے اور اے جنین کو ماں کے پیٹ میں زندگی دینے والے! تو نے اس کے پیدا ہونے پر اسے زندہ رہنے کا یقین اور اطمنان بخشی ہے"

اسی طرح مصری تہذیب میں اولاد کو مناسب دیکھ بھال اور ایک مستحکم اور اخلاقی خاندانی ماحول فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اسے حق نسب بھی دیتا ہے اور بچے کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ باپ یا ماں سے منسوب ہو نیز جائز و ناجائز اولاد کے درمیان بھی برابری ہو۔ ([9])

بچوں کو یہ حق حاصل تھا کہ ان کے لئے ایسے نام رکھے جائیں جو دینی یا دنیوی دونوں لحاظ سے بہتر ہوں۔ اسی طرح اگر کسی غریب گھرانے کا بچہ ہو تو اس کا یہ حق ہے کہ اس کی اپنی ماں اس کی پرورش اور نگہداشت کرے اور اگر کسی بچے کا تعلق کسی امیر گھرانے یا شاہی خاندان سے ہو تو اس دیکھ بھال کے لیے کسی آیا کا انتظام کرنا لازمی قرار دیا گیا تھا۔ اسی طرح بچوں کو تجارت یا کسی پیشے کی تعلیم بھی دی جاتی تھی تاکہ جوان ہو کر وہ اپنے والدین کا سہارا بن سکے ([10])

الغرض قدیم مصریوں نے اپنے بچوں کی پرورش اخلاق اور نیکی پر کی۔ مثلاً: فرمانبرداری، اپنے بڑوں اور اساتذہ کا احترام اور ان کے حکم کے تابع ہونا۔ تاہم طبقاتی تقسیم اور اس کے نتیجے میں ترتیب دیا جانے والے نظام تعلیم نے عام طبقے کے بچوں کو اپنے امیر ہم منصبوں کے ساتھ مساوی بنیادوں پر اپنے تمام فطری حقوق سے لطف اندوز ہونے سے روکے رکھا۔

یونانی تہذیب:

یونانی تہذیب کو قدیم ترین اور نمایاں عالمی تہذیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس تہذیب میں بچے کی حیثیت تھوڑی سی مختلف تھی۔ مثلاً یہ کہ: یونانیوں میں خاندان کو بچے کی زندگی کا پہلا اسکول سمجھا جاتا تھا جس میں اس کی مناسب دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ یونانی اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ افلاطون کے خیال کے مطابق بچے کا حق پیدائش سے پہلے میاں بیوی کے انتخاب سے شروع ہوتا ہے۔ فلاطون کی رائے کے مطابق، شادی کی عمر کا تعین کرنا اور اسے صحتمند مردوں اور خواتین تک محدود کرنا تاکہ صحت مند وراثت کو یقینی بنایا جا سکے اور ایک مضبوط سماجی ڈھانچے کو محفوظ بنایا جاسکے۔ نیز رشتہ داروں کے درمیان شادی کے رجحان کو روکنا تاکہ اولاد کمزور یا غیر صحت مند اور خراب نہ ہو۔ ان کے نزدیک تعلیم اور اسکول جانے کا حق صرف مردوں کو حاصل تھا۔ اس کے علاوہ ابتدائی عمر میں بچوں کو یہ تربیت دینا کہ وہ اپنی رجحانات کا تعین خود کریں اور ان کی پیشہ ورانہ سمتوں پر توجہ دیں۔

یونانی تہذیب نے اپنے فلسفیانہ فکر، سیاست اور قانون کی سطح پر جو پیش رفت حاصل کی، وہ بچے کی حیثیت اور اس کے حقوق کے حوالے سے ظاہراً تو مثبت اور خوش کن نظر آتی ہے، لیکن یہ بچوں کو ریاست کے عزائم اور سیاسی مقاصد

کے حصول کے لیے اس کا استحصال کرنے سے نہیں روک سکا، وقت نے ثابت کیا کہ اس نے بچوں کے وقار کو مجروح کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے حقوق کو بھی پامال کیا اور بعد میں اس کی ناکام اور نامناسب نتائج سامنے آئے۔ ([11])

اور اس کی بیّن مثال درج ذیل قوانین تھے:

بچے کو والدین کی ملکیت سمجھنا، جیسا کہ باپ کو اپنی بیوی اور بچوں پر مکمل اختیار حاصل تھا۔

شوہر کو یہ حق دینا کہ وہ جب چاہے اپنی بیوی کو طلاق دے اور ضرورت پڑنے پر اپنے بچوں کو بیچ دے یا قتل کر دے۔

شوہر کو یہ بھی حق حاصل تھا کہ اگر وہ اپنی بیوی کی اولاد نہ چاہتا تو زبردستی اس کا اسقاط حمل کر سکتا ہے۔

ناجائز بچوں کو ان کے شہری اور سیاسی حقوق سے محروم رکھنا۔

کمزور ساختہ بچوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے، انھیں اونچی چٹانوں سے پھینک کر، یا انھیں بہت ٹھنڈے پانی میں ڈال کر مار دینا۔ ([12])

بچوں کی شدید مار پیٹ کے کرنا جو بسا اوقات موت کا بھی باعث بنتا تھا۔ ([13])

رومی تہذیب:

اہل روم کے نزدیک بچوں کے چیدہ اور نمایاں حقوق درج ذیل تھے۔

رومیوں کے نزدیک بچے کو مذہبی اخلاق، اچھے رسم و رواج اور صحیح رویے کی تعلیم دینے اور اس کی اچھی پرورش کرنے میں خاندان کا بہت اہم کردار تھا۔ خاص طور پر چونکہ بچہ اپنی زندگی کی ابتدائی مراحل میں مضبوط یادداشت اور ہر بات یا عادت کو قبول کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت میں ممتاز ہوتا ہے۔ اس عمر میں اگر اس کے والدین تعلیم یافتہ ہوں اور اسے خوش اخلاق اور فصیح لہجہ رکھنے والی نرس ملے۔ تو بچے کی بہترین تربیت ہو سکتی ہے۔اس عمر میں بچے کو آہستہ آہستہ پڑھنا لکھنا سکھانا، اسے بولنے کی مشق کرانا، اس سے سوالات پوچھنا، اور اسے انعامات سے نوازنا ایک مثبت عمل ہے۔ اس عمر میں بچے کو ایک اچھا شہری بننے اور صاف گوئی کا اہل بنانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔رومیوں کے ہاں بچے کو ایک قابل سپاہی بننے کے لیے تیار کرنا اور اس کی تربیت کرنا والدین اور معاشرے کی اہم ذمہ داری تھی۔ ان سب باتوں کے باوجود سربراہ خاندان کو یہ بھی کلی اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنے بچے کے تقدیر کا واحد مالک ہوتا تھا اور اپنے بچے کی پیدائش سے ہی وہ اس کے لیے زندگی یا موت، آزادی یا غلامی کا فیصلہ کرنے کا واحد مجاز ہوتا تھا۔ ([14])

باپ کو خاندان کے افراد کی مالی استحصال کا مکمل اختیار حاصل ہوتا تھا اور وہ افراد خاندان کے ساتھ اپنی زندگی میں جو چاہتا کرتا کیوں کہ وہ ان کا مالک تھا اور ان میں سے جسے چاہتا اسے بیچتا یا خریدتا یا اس کے بارے میں کوئی بھی معاہدہ کرنے کا حق رکھتا تھا۔ ([15])

خلاصہ یہ کہ قدیم تہذیبیں جہاں ایک طرف بچوں کے حقوق کا تصور پیش کرتی ہیں وہاں دوسری جانب وہ ان حقوق کے معاملے میں افراط و تفریط کا شکار نظر آتی ہیں۔

ادیان سماویہ میں بچوں کے حقوق کا تصور:

اس میں کوئی شک نہیں کہ احکام الٰہی بالعموم حقوق انسانی اور بالخصوص بچوں کے حقوق کو تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ یہ احکام اپنی روشنی ایک مقام اور منبع (وحی اور الہام) سے حاصل کرتے ہیں، اس لیے وہ اپنی تعلیمات اور شرعی مقاصد میں یکسانیت رکھتے ہیں۔ اگرچہ اسلامی تعلیمات میں بچوں کے حقوق اتنے واضح اور متعین ہیں کہ ایک قاری کے لیے اسے سمجھنا بہت ہی آسان ہے لیکن اس کے برعکس یہودیت اور مسیحیت کی تعلیمات میں ان حقوق تک رسائی اور اسے سمجھنا کافی مشکل کام ہے۔ اور شائد اس کی اصل وجہ ان مذاہب کی کتب مقدسہ میں وہ رد و بدل ہے جس نے ان کتب کی تعلیمات کو مسخ کر کے اسے سمجھنے کے لیے مشکل اور دشوار بنا دیا ہے۔ اس کے باوجود اب بھی ان کتب مقدسہ میں ایسی تعلیمات ہیں جن سے بچوں کے حقوق پر بحث کی جا سکتی ہے۔ اس لیے اس تحقیق میں یہودیت اور مسیحیت کے دینی ادب میں بچوں کے حقوق سے متعلق ان بنیادی باتوں کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے، جو اس باب میں دستیاب ذرائع اور حوالہ جات سے ایک بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

یہودی شریعت میں بچوں کے حقوق:

دنیا کے ہر مذہب میں انسانوں کے آپس میں ایک دوسرے پر حقوق متعین ہے جس کا ہر کوئی پابند ہے کہ ان حقوق کا لحاظ رکھے، یہودیت میں بھی ایسے قوانین ان کے مذہبی کتب میں موجود ہے جو ماں باپ کے حقوق، خواتین کے حقوق، یتیموں اور حقوق اطفال وغیرہ کا تعین کرتے ہیں، یہودیت جو اصل میں دینِ موسوی تھا لیکن بعد میں یہودیوں نے اس میں لفظی اور معنوی تحریف کر کے ایک قبائلی مذہب میں تبدیل کر دیا۔

اس مذہب کی تعلیم ہے کہ اولاد خدا کی طرف سے عطیہ ہے جن کی تعلیم و تربیت اور پرورش کی ذمہ داری والدین پر عائد ہے اگرچہ یہ ماں باپ دونوں کا ہی فریضہ ہے لیکن اس کی بنیادی ذمہ داری دراصل خود ماں پر عائد ہوتی ہے بنی اسرائیل کو جب تورات عطا کی گئی تو یہودی روایات کے مطابق اسے سب سے پہلے یہودی خواتین کو عطا کیا گیا جس کا اصل مقصد یہ تھا کہ تورات کی تعلیمات کو خواتین نسلوں تک منتقل کریں۔ ذیل میں بچوں کے حقوق یہودیت کے تناظر میں درج کیے جاتے ہیں۔

اولاد نعمت خداوندی

عہد نامہ قدیم کے مطابق اولاد خدا کی طرف سے تحفہ ہے اور یہ دنیا میں انسان کے لیے سہارے اور قوت کا ذریعہ ہے۔ عہد نامہ ودیم کی تعلیمات کے مطابق خدا کے ساتھ وفاداری اور فرمانبرداری پر جہاں دیگر انعامات اور اجر کا وعدہ ہے وہاں کثرت اولاد بھی انعام ہے کیونکہ کثرت اولاد سے انسان کو اس کے کام کاج میں مدد ملے گی اور بڑھاپے میں یہی اولاد ماں باپ کی نگہداشت اور سہارے کا سبب بنے گی۔

> "دیکھو اولاد خداوند کی طرف سے میراث ہے اور پیٹ کا پھل اسی کی طرف سے اجر ہے جوانی کے فرزند ایسے ہیں جیسے زبردست کے ہاتھ میں تیر خوش نصیب ہے وہ آدمی جس کا ترکش اُن سے بھرا ہے جب وہ اپنے دشمنوں سے پھاٹک پر باتیں کرینگے تو شرمندہ نہ ہونگے۔" [16]

اولاد کی تعلیم و تربیت اور اصلاح

والدین کی یہ فرض ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کریں خصوصاً ان میں خدا کی محبت اور اس کی اطاعت کا جذبہ و شوق پیدا کریں۔ خدا سے محبت اور انکی اطاعت کی تعلیمات کا اس حد تک اولاد کے سامنے چرچا اور پرچار کرنا چاہئے کہ یہ ان کو خوب ذہن

نشین ہو جائیں۔

"تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ اور یہ باتیں جن کا حکم آج میں تجھے دیتا ہوں تیرے دل پر نقش رہیں اور تو ان کو اپنی اولاد کے ذہن نشین کرنا اور گھر بیٹھے اور راہ چلتے، لیٹتے اور اٹھتے وقت ان کا ذکر کیا کرنا۔" ([17])

اپنے والدین کی پرورش اور دیکھ بھال سے فائدہ اٹھانا یہودیت میں بچے کا حق ہے اور بچے کو اپنے والدین، خاندان اور برادری پر یہ حق بھی مقرر ہے کہ وہ اس کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے میں اس کی رہنمائی کریں اور اس کے عزائم کے حصول میں اس کی مدد کرے، تاکہ وہ معاشرے کا ایک فعال فرد اور مثبت انسان بن سکے۔ اسی طرح کوئی بھی پیشہ سیکھنے یا تیراکی کی مشق کرنے کا حق، اسے ضروری ہنر فراہم کرنا جو اسے ایک باوقار زندگی گزارنے کے قابل بنائے اور اسے محفوظ اور خوشگوار زندگی کی ضمانت فراہم کرے یہ سب بھی بچے کے بنیادی حقوق میں شامل ہیں۔ بچے کا یہ حق ہے کہ وہ کم عمری میں ہی اسکول جائے، تورات کا مطالعہ کرے اور پانچ سال کی عمر سے ہی یہودی زندگی کے اصولوں سے آمادہ ہو جائے۔

تادیب کے لیے سزا

اولاد کی تربیت کی ذمہ داری ماں باپ کی ہے لہٰذا انہیں یہ اختیار ہے کہ وہ اولاد کے ساتھ سختی کرلے اور اگر اسے مارنا پڑے تو اُس سے بھی باز نہ رہے اور جو نہ مارے تو وہ اپنے بیٹے کا خیر خواہ نہیں ہے۔

"وہ جو اپنی چھڑی کو باز رکھتا ہے اپنے بیٹے سے کینہ رکھتا ہے پر وہ جو اُس سے محبت رکھتا ہے۔ بروقت اس کو تنبیہ کرتا ہے۔" ([18])

بچوں کی تعلیم و تربیت کی خاطر ادیب کے لئے جسمانی سزا کی ترغیب دیتے ہوئے ایک اور مقام پر ذکر ہے کہ:

"لڑکے سے تادیب کو دریغ نہ کر اگر تو اسے چھڑی سے مارے گا تو وہ مر نہ جائے گا۔ تو اسے چھڑی سے مارے گا اور اس کی جان کو پاتال (آگ کی عذاب) سے بچائے گا" ([19])

یہاں تک کہ ہلکی پھلکی سختی اور مار پیٹ کے باوجود اگر اولاد راہ راست پر نہیں آتا اور مسلسل نافرمان رہتا ہے تو موسوی شریعت کے مطابق اسے سنگسار کر دیا جائے تاکہ دیگر لوگوں کے لئے نشان عبرت بن جائے۔

"اگر کسی آدمی کا ضدی اور گردن کش بیٹا ہو جو اپنے باپ یا ماں کی بات نہ مانتا ہو اور ان کے تنبیہ کرنے پر بھی ان کی نہ سنتا ہو تو اس کے ماں باپ اسے پکڑ کر اور نکال کر اس شہر کے بزرگوں کے پاس اس جگہ کے پھاٹک پر لے جائیں اور وہ اس کے شہر کے بزرگوں سے عرض کریں کہ یہ ہمارا بیٹا ضدی اور گردن کش ہے۔ یہ ہماری بات نہیں مانتا اور اڑاو اور شرابی ہے تب اس کے شہر کے سب لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دور کرنا تب سب اسرائیلی سن کر ڈر جائیں گے۔" ([20])

ختنہ اور مناسب نام رکھنے کا حق:

یہودیت میں ماں باپ پر اولاد کا حق ہے کہ پیدائش کے آٹھویں دن نرینہ اولاد کا ختنہ کیا جائے۔ لڑکے کی ولادت کے

آٹھویں دن ختنہ کرنے اور اس کی خوشی منانے کا حق لڑکے کو حاصل ہے، اگرچہ اس موقع پر یوم سبت کی اہم رسومات کی پابندی کا معاملہ کیوں نہ بھول جائے، کیونکہ ختنہ خدا اور اولاد کے درمیان عہد کی علامت ہے۔ کیوں کہ یہ ایک طرف اسرائیل، اور دوسری طرف خاندان کے کسی رشتہ دار کے نام پر نومولود کا نام رکھنے کا موقع ہے۔ یہ حق عورت کو بھی حاصل ہے کہ اس کی پیدائش کا اعلان کیا جائے اور جشن منایا جائے، لیکن مرد کی پیدائش کے مقابلے میں اس میں بہت کم دھوم دھام اور جوش و خروش کا مظاہرہ ہو کیوں کہ عورت کے لیے ختنہ ضروری نہیں ہے۔ کتاب مقدس میں مذکور ہے کہ:

"پھر خدا نے ابرہام سے کہاکہ تو میرے عہد کو ماننا اور تیرے تیری پشت در پشت اسے مانے، اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانوگے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا۔ اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تیرے درمیان ہے۔ تمھارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے"۔ (21)

نکاح:

یہویت میں بچوں کا ایک حق اپنے والدین پر یہ بھی ہے کہ وہ اولاد کے شادی کرائے، شادی کی کم از کم عمر کے بارے میں یہودیت کی تعلیمات میں کوئی واضح تعلیم نہیں ملتا، البتہ تلمود جو کہ یہودیت کے دینی مصادر میں دوسرے مصدر کا درجہ رکھتا ہے اس کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے لیے عمر کم از کم 12 سال ہونی چاہیئے۔ یہودیت کی تعلیمات کے مطابق لڑکی کے لیے بلوغت کی عمر بارہ سال ہے کیونکہ لڑکیاں ذہنی اور جسمانی طور پر لڑکوں سے کم عمر میں بالغ ہو جاتی ہیں۔(22)

مولانا ظفیر الدین نے اس کا تذکرہ کچھ یوں کیا ہے:

"یہودی قانون میں ہے جس کی لڑکی بارہ سال کی ہو جائے اور وہ اس کی شادی نہ کرے اور اس لڑکی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ گناہ اس شخص پر ہوگا۔" (23)

بچوں کی شادی اور نکاح کا حق کتاب مقدس میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے:

"بیویاں کرو تاکہ تم سے بیٹے بیٹیاں پیدا ہوں اور اپنے بیٹوں کے لیے بیویاں لو اور اپنی بیٹیاں شوہروں کو دو تاکہ ان سے بیٹے بیٹیاں پیدا ہوں اور تم وہاں پھلو پھولو اور کم نہ ہو" (24)

یتیموں کے حقوق

معاشرے کے دیگر کمزور طبقات کی طرح یتیم سب سے کم زور طبقہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ یتیموں کے والدین نہ ہونے کی وجہ سے ان کا دنیا میں کوئی دوسرا سہارا نہیں ہوتا۔ اگر ان لوگوں کی قابل لحاظ حد تک دست گیری اور خیال نہ کیا جائے تو یہ بے سہارا لوگ اپنی زندگی صحیح طریقے سے گزارنے کے قابل نہیں رہتے اور احساس کمتری کا شکار بن جاتے ہیں۔ لہٰذا یتیموں کا پورا پورا خیال رکھنا اور ان سے حسن سلوک سے پیش آنا ضروری ہے۔ عہد نامۂ قدیم میں اس بارے میں یہ حکم موجود ہے:

"اور مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑاؤ اور کسی سے بدسلوکی نہ کرو اور مسافر و یتیم اور بیوہ پر ظلم نہ کرو" (25)

ایک اور مقام پر یتیموں اور بیواؤں پر ظلم کو خدا تعالیٰ کے غصے اور ناراضگی کا سبب قرار دیتے ہوئے اس سے بچنے کی یوں

تاکید کی گئی ہے:

"تم کسی بیوہ یا یتیم لڑکے کو دکھ نہ دینا اگر تو ان کو کسی طرح سے دکھ دے اور وہ مجھ سے فریاد کریں تو میں ضرور ان کی فریاد سنوں گا اور میرا قہر بھڑکے گا اور میں تم کو تلوار سے مار ڈالوں گا اور تمھاری بیویاں بیوہ اور تمھارے بچے یتیم ہو جائیں گے" ([26])

باوجود یہ کہ یہودیوں کے احکام اور قانون سازی تورات کی تحریف شدہ نصوص اور تلمود کی تشریحات پر پر مبنی ہیں اور بچپن سے متعلق کچھ حقوق سے ان کتب کو خالی کر دیا ہے۔ لیکن مذکورہ بالا چند معروضات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان تعلیمات میں بچوں کے حقوق سے متعلق تصورات اب بھی کسی نہ کسی حد تک موجود ہیں۔اس کے برعکس موجودہ یہودیت میں بچوں یا ان کے حقوق سے متعلق جو غیر منصفانہ اور سخت گیر قوانین موجود ہیں مناسب ہوگا کہ کہ اس کا بھی تھوڑا سا تذکرہ کیا جائے۔

نسلی امتیاز اور لوگوں کے درمیان تفریق کے لیے یہودی بہت مشہور ہیں اس وجہ سے یہ اپنے آپ کو زمین پر سب سے برتر اور بہترین انسان سمجھ کر انسانی وقار کی توہین کرتے رہتے ہیں۔ یہودیوں کے نزدیک خاندان کا رب کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنا بچوں کی پیدائش پر منحصر ہے۔جس کے لیے ان کے ہاں اگر جائز بیوی سے کوئی لڑکا بچہ پیدا نہ ہو، تو وہ اپنے شوہر کو اجازت دے سکتی ہے کہ وہ اپنی لونڈی کو بستر پر لے جاکر اس سے ازدواجی تعلققائم کرےاوراس سے بچہ پیدا کرے اور پھر وہ بیٹا جو شرعی بیوی کا بیٹا نہ ہونے کے باوجوداسی کا بچہ شمار ہوگا نہ کہ اس لونڈی کا جس نے اسے جنم دیا ہو۔([27]) عہد نامۂ قدیم کی درج ذیل عبارت ان کی اسی سوچ کی عکاسی کرتی ہے۔

"اور ابرام کی بیوی ساری کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا اور ساری نے ابرام سے کہا کہ دیکھ خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے سو تو میری لونڈی کے پاس جا شائد اس سے میرا گھر آباد ہو اور ابرام نے ساری کی بات مانی۔۔۔۔تا۔۔۔۔اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی۔" ([28])

خاندان کو پاکیزہ بنانا اور اسے ایک باوقار حیثیت میں رکھنا یہودیت کی تعلیم ہے، لیکن یہودی فطرت کے لالچ نے، ذاتی مفادات کی تکمیل کی خاطر اس حیثیت کو برقرار رکھنے سے روک دیا ہے۔ یہودیوں نے قانون سازی کی کہ بچہ ہر حال میں یہودی ہواور یہودی ماں کے مذہب کی پیروی کرنے کا پابند ہو، چاہے اس کا باپ دوسرے مذہب کا ہی کیوں نہ ہو، اور اسے اپنی ماں کا بیٹا سمجھا جائے، نہ کہ اپنے باپ کا اور بچے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ماں کے قانون کو رد نہ کرے۔

"اے میرے بیٹے! اپنے باپ کے فرمان کو بجالا اور اپنی ماں کی تعلیم کو نہ چھوڑ ان کو اپنے دل پر باندھے رکھ اور اپنے گلے کا طوق بنالے یہ چلتے وقت تیری رہبری، سوتے وقت تیری نگہبانی اور جاگتے وقت تجھ سے باتیں کرے گی" ([29])

یہودی ماں بچے کی پرورش یہودی طریقے سے کرتی ہے اور اس کے اندر غیر یہودیوں سے نفرت پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے، چاہے اس کا باپ (غیر یہودی) ہی کیوں نہ ہو۔ تاہم اگر ماں بچے کے دل میں یہودی

مذہب کے لیے محبت پیدا نہیں کر پاتی تو یہودی اسے اس کے باپ سے چھیننے کے لیے مداخلت کرتے ہیں اور اگر بچے کا باپ یہودی ہے لیکن ماں کسی اور مذہب سے تعلق رکھتی ہے تو بچے کی پرورش کے لیے یہودی آیا کو مقرر کیا جاتا ہے۔

یہودیت میں باپ کو اپنے اہل و عیال پر مکمل اختیار رکھنے کا حق حاصل ہے وہ اپنی اولاد میں جس طرح سے بھی چاہے تصرف کرسکتا ہے، یہاں تک کہ باپ کو بچے کی زندگی اور موت کا حق بھی ہے، وہ چاہے تو ان کو مار ڈالے یا رب کے لیے قربانی کے طور پر پیش کرے۔ یہ ہر اختیار ہراس بچے پر لاگو ہوتا ہے جو باپ کی نگرانی میں رہتا ہے، اور باپ کو اسے مکمل آزادی کے ساتھ اپنا وارث منتخب کرنے کا حق حاصل ہے۔

بیٹوں اور بیٹیاں کے درمیان امتیازی سلوک اور ان کے حقوق میں امتیاز کرنا بھی یہودیت میں پایا جاتا ہے جیسے کہ بیٹیوں کو زیادہ تر مذہبی رسومات میں شرکت سے روکنا اور انہیں وراثت سے محروم کرنا یہودیت میں ایک عام سی بات ہے۔([30]) حالانکہ تورات کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ایوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے ساتھ ساتھ اپنی بیٹیوں کو بھی میراث دی تھی۔

"اور اس ساری سرزمین میں ایسی عورتیں کہیں نہ تھیں جو ایوب کی بیٹیوں کی طرح خوب صورت ہوں اور ان کے باپ نے ان کو ان کے بھائیوں کے درمیان میراث دی۔" ([31])

مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بچوں کے حقوق کے بارے میں یہودیوں کا نظریہ رواداری کی ان مذہبی تعلیمات سے ہٹ کر ہے، جن کے اصل اصول نیکی، مساوات اور رحم کی اقدار پر مبنی تھے۔ لیکن ان تعلیمات پر طویل عرصہ گزرنے اور پھر یہودیوں کا اپنے مقاصد کے لیے ان تعلیمات کے ساتھ چھیڑ خوانی کرنے کی وجہ سے وہ مسخ اور تبدیل ہو چکے ہیں۔

مسیحیت میں بچوں کے حقوق:

بچوں کے حقوق کے بارے میں مسیحی نظریہ مجموعی طور پر سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی تعلیمات پر مبنی ہے، کیوں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یہ کہنے کے لیے مشہور تھے کہ:

"پھر لوگ اپنے چھوٹے بچے بھی اس کے پاس لانے لگے تاکہ وہ ان کو چھوئے اور شاگردوں نے دیکھ کر ان کو جھڑکا مگر یسوع نے بچوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ بچوں کو میرے پاس آنے دو اور انھیں منع نہ کرو کیوں کہ خدا کی بادشاہی ایسوں ہی کی ہے" ([32])

مسیحیت کی تعلیمات کے مطابق بچے میں اس بلندی تک پہنچنے کی صلاحیت ہوتی ہے جس تک پہنچنے کی بڑوں کو صرف امید اور خواہش ہوتی ہے۔ انجیل مقدس میں اس کی شہادت موجود ہے:

"اور کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم توبہ نہ کرو اور بچوں کے مانند نہ بنو تو آسمان کی بادشاہی میں ہرگز داخل نہ ہوگے۔ پس جو کوئی اپنے آپ کو اس بچے کی مانند چھوٹا بنائے گا وہی آسمان کی بادشاہی میں بڑا ہوگا۔" ([33])

زندگی اور حفاظت جان کا حق:

مسیحیت کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کو جنس، حیثیت، یا صنف سے قطع نظر مکمل زندگی اور جسمانی سالمیت کا حق حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحیت نے واضح طور پر بچوں کے قتل کو مسترد کر دیا ہے۔ مسیحیت کی تعلیمات میں بارآوری

(FERTILIZATION) کے پہلے لمحے سے اسقاط حمل کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ عرصہ جنین میں اس کا خاص طور پر خیال رکھنا لازمی ہے کیونکہ یہ مدت "بچے کی صحت کے لیے خاص اہمیت رکھتی ہے، اور اس کا اثر پوری زندگی تک رہتا ہے۔ ([34])

بچے کا یہ بھی ایک حق ہے کہ اسے ضروری صحت کی دیکھ بھال فراہم کی جائے تاکہ وہ صحت مند اور بیماریوں سے پاک پروان چڑھ سکے۔ ([35])

بچے ایک نعمت اور ان سے محبت:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خود بھی بچوں سے بہت پیار تھی اور مسیحیوں کو بھی بچوں کے ساتھ محبت اور پیار کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ انجیل میں کئی مقامات پر مذکور ہے کہ کئی مواقع پر جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کسی بچے کو بیماری کی حالت میں دیکھا تو اس کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائی۔

> "بادشاہ کا ایک غلام تھا جس کا بیٹا کفرنحوم میں بیمار تھا وہ یہ سن کر یسوع یہودیہ سے گلیل میں آگیا ہے اس کے پاس گیا اور اس سے درخواست کرنے لگا کہ چل کر میرے بیٹے کو شفا بخش کیوں کہ مرنے کا تھا۔۔۔۔۔۔تا۔۔۔۔۔۔ یسوع نے اس سے کہا جا تیرا بیٹا جیتا ہے۔ اس شخص نے اس بات کا یقین کیا جو یسوع نے اس سے کہی اور چلا گیا اور راستے میں تھا کہ اس کے نوکر اسے ملے اور کہنے لگے کہ تیرا بیٹا جیتا ہے" ([36])

محبت، نرمی اور مہربانی پر مبنی درست، جامع اور مربوط پرورش بچے کا حق ہے تاکہ اس کی عزت اور انسانیت کے احترام کو محفوظ رکھا جاسکے۔ انجیل مقدس میں والدین بالخصوص ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ پیار و محبت کا برتاؤ کرنے کا خصوصی حکم دیا گیا ہے۔

> " تاکہ جوان عورتوں کو سکھائیں کہ اپنے شوہروں کو پیار کریں۔ بچوں کو پیار کریں۔" ([37])

اسی طرح مسیحیت کی تعلیم ہے کہ بچے کو تحفہ خداوندی اور میاں بیوی کے درمیان محبت اور باہمی عطیہ کا ثمر سمجھنا چاہیئے اور یہی شادی کا بنیادی مقصد ہے۔ ([38])

بچے کی پیدائش پر خوشی منانا:

ہر انسانی معاشرہ میں بچے کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کرنا ایک فطری اور جذباتی عادت رہی ہے۔ انجیل مقدس کی تعلیمات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی پیدائش پر خوشی کا اظہار ہونا چاہئیے۔ جناں چہ لوقا کی انجیل میں ہے کہ:

> "اور الیشع کے وضع حمل کا وقت آپہنچا اور اس کا بیٹا ہوا اور اس کے پڑوسیوں اور رشتہ داروں نے یہ سن کر کہ خدا وند نے اس پر بڑی رحمت کی کہ اسکے ساتھ خوشی منائی" ([39])

بچے کا نام اور ختنہ:

تمام الہامی مذاہب کی یہ مشترکہ تعلیم ہے کہ بچے کی پیدائش کے بعد اس کے لیے کوئی مناسب نام رکھنا اور نرینہ اولاد کا ختنہ کرنا ضروری ہے۔ جس طرح یہودیت اور اسلام میں لڑکوں کا ختنہ کرنے کا طریقہ رائج ہے اسی طرح انجیل مقدس کی تعلیمات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اولاد نرینہ کا ختنہ کرنا ایک ضروری حکم ہے۔ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ اسلام میں ختنہ ساتویں روز کرنے اور بچے کے لیے کوئی اچھا سا نام رکھنے کی تعلیم ہے جب کہ یہودیت اور مسیحیت میں یہ عمل پیدائش کے آٹھویں

دن کرنے کی تعلیم ہے۔

"اور آٹھویں دن ایسا ہوا کہ وہ لڑکے کا ختنہ کرنے آئے اور اس کا نام اس کے باپ کے نام پر زکریاہ رکھنے لگے۔ مگر اس کی ماں نے کہا نہیں بلکہ اس کا نام یوحنا رکھا جائے" (40)

بچوں کی تعلیم وتربیت:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بچوں کو برائی اور گناہ کے راستے سے دور رکھنے کی سخت تاکید فرمائی ہے آپ کی نظر میں جو بھی شخص ان چھوٹے بچوں میں سے کسی کو بھی گناہ پر آمادہ کرتا ہے یا اسے گناہ کرنے کے لیے رعایت دیتا ہے، اس شخص کے لئے اس سے یہ بہتر ہے کہ اس کے گلے میں چکی کا بھاری پتھر لٹکا کر اسے سمندر کی گہرائی میں پھینک دے۔ (41)

بچے خدا کی ملکیت ہیں اپنے بچوں کے ساتھ برتاؤ میں احتیاط، سمجھ اور خدا خوفی کو ملحوظ خاطر رکھنے کی تعلیم ہے۔ والدین کو تاکید کی گئی کہ:

"اے اولاد والو! تم اپنے فرزندوں کو غصہ نہ دلاؤ بلکہ خداوند کی طرف سے تربیت اور نصیحت دے دے کر ان کی پرورش کرو" (42)

بچے کو مذہبی تعلیم کا حق بھی حاصل ہے جس کے ذریعے وہ مسیحی عقیدے سے جڑا رہے، اور اس کی تعلیم وتربیت کی روشنی میں وہ اپنی روزمرہ کی عملی زندگی کو تشکیل دے سکے۔

نسب کا حق:

عام طور پر عیسائی اور پادری یا خاص طور پر عیسائی کلیسیاؤں کے ذمہ داران نے لوگوں کو مسیح کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنے کی ترغیب دی کہ انھیں کس طرح سے بچے کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیئے۔ انھوں نے شادی کے معاملے میں خاص دلچسپی لینے کی ترغیب دی کیوں کہ ان کے خیال میں یہی وہ بنیادی اکائی ہوتی ہے جو بچوں کی پرورش میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس کے ذریعے میاں بیوی ایک مقدس بندھن میں ایک دوسرے جڑ جاتے ہیں اور یہ بندھن طلاق یا موت کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نہیں ٹوٹ سکتا۔ نیز اسی بندھن کی وجہ سے میاں بیوی ایک دوسرے تک ہی محدود رہتے ہیں اس لیے بچوں کا نسب معلوم اور ثابت ہو جاتا ہے۔ (43)

بچوں کی تکریم اور عزت:

بطور انسان ہر بچہ عزت وتکریم کا مستحق ہے خواہ بچہ لڑکا ہو یا لڑکی، مسیحیت میں یہ تکریم وعزت جس طرح بڑوں کا حق ہے ویسے ہی یہ حق بچوں کو بھی حاصل ہے کیوں کہ بائیبل کی تعلیم ہے کہ ہر انسان کو خدا نے اپنی شبیہ اور مشابہت میں پیدا کیا ہے۔

"پھر خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائیں اور وہ سمندر کی مچھلیوں اور آسمان کے پرندوں اور چوپایوں اور تمام زمین اور سب جانداروں پر جو زمین میں رینگتے ہیں اختیار رکھیں۔ اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا نر و ناری ان کو پیدا کیا" (44)

یتیموں کی خبر گیری:

انجیل میں یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کی خبر گیری کی تلقین کی گئی ہے۔ چناں چہ یعقوب کے عمومی خط کی عبارت ہے کہ: "ہمارے خدا اور باپ کے نزدیک خالص اور بے عیب دین داری یہ ہے کہ یتیموں اور بیواؤں کی مصیبت کے وقت ان کی خبر لیں اور اپنے آپ کو دنیا سے بے داغ رکھیں" ([45])

مسیحیت کی تعلیمات کے مطابق اس کے علاوہ اور بھی کئی حقوق بچے کو حاصل ہیں جیسے کہ بچے کو امن اور سچائی کے ساتھ تعلیم دینے کا حق، ثقافتی سرگرمیوں میں شرکت اور حصّہ لینے کا حق، ضرر رساں چیزوں سے تحفظ کا حق اور سیر و تفریح اور کھیل کود کا حق وغیرہ۔ ([46])

مسیحیت نے اپنی قانون سازی اور احکام کے ذریعے عمومی طور پر انسانی حقوق کے لیے ایک نیا نقطہ نظر پیش کرنے کی کوشش ضرور کی جس کی بنیاد پر عیسائی مرد و عورت، آزاد اور غلام، اور خاص طور پر بچوں کے حقوق کی طرف لوگوں کو راغب کرنے پر تھی، جیسا کہ ان قوانین میں بچے کی پرورش کا، ماں کے پیٹ میں جنین کی صورت میں اس کی تشکیل کے بعد سے اس کے حقوق کا خیال رکھنا اور اس کے لیے مہربانی اور احترام جذبات رکھنا، اس طرح اسے زندگی کے حق اور جسمانی سالمیت کے حق کی ضمانت دینا اوراسقاط حمل پر پابندی اور جنین کے قتل کی مذمت کے علاوہ کئی دیگر قوانین اس میں شامل تھے۔ اگرچہ اسلام سے پہلے کے الٰہی قوانین نے قدیم تہذیبوں بچوں پر ہونے والے زیادتیوں، ان کی قتل و غارت، جبر اور استحصال کے مقابلے میں انھیں کچھ حقوق اور انصاف دینے کی کوشش کی اور ان قوانین کو کسی نہ کسی حد تک نافذ کرنے کی سعی کی لیکن بعد میں ان مذاہب سے وابستہ افراد کی غلط رویوں نے ان حقوق اور اقدار میں خلل ڈالا جس کی وجہ بچے نت نئی زیادتیوں اور ناانصافیوں کا شکار ہونے لگے۔

شریعت اسلامی میں بچوں کے حقوق:

اسلام سے قبل عرب معاشرہ قبائلی تفریق اور جہالت کی وجہ انتہائی انحطاط اور افرتفری کا شکار تھا۔ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا جھگڑنا اور جنگ وجدال کرنا ان کا معمول تھا۔ عرب معاشرہ میں ویسے بھی بچوں بالخصوص لڑکیوں کے حقوق کا کوئی خاص تصور موجود نہی تھا۔ دوسری جانب آپس کی اختلافات کے نتیجے میں رونما ہونے والی لڑائیوں اور جنگوں کی وجہ سے بچے خوف کے ماحول میں زندگی بسر کرنے کے ساتھ ساتھ اکثر یتیم ہو جاتے، یا قبائلی انتقام کے بھینٹ چڑھ جاتے۔ ایسی حالات میں جب اسلام آیا تو اس نے اپنے مثالی قوانین اور احکام کے ذریعے ایک محفوظ معاشرے کے قیام کے ساتھ چھوٹے اور بڑے تمام لوگوں کے حقوق کی ضمانت دی۔ اسلام نے اپنے شرعی مقاصد کے ذریعے دنیا کو یہ تعلیم دی کہ انسانی زندگی کا تحفظ اور بقاء سب سے اہم ہے۔

اسلام نے ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کے لیے خاندانی نظام کی اہمیت اور اصلاح پر زور دیا کیوں خاندانی نظام کی اصلاح اور مضبوطی پر بچے کی پرورش، اس کی اصلاح اور اسے اعلیٰ اقدار کی تعلیم دینے کی بنیاد قائم ہے۔ جو بچے کو ایک مضبوط اور تعمیری شخصیت کا مالک بنانے کا اہم ذریعہ ہے۔ بچے کی دیکھ بھال اور درست انداز میں اس کی تربیت اسلام کا ایک اہم مقصد ہے۔ اس لیے اسلام ایک ایسے معاشرے کے قیام کا خواہاں ہے جہاں بچوں کو مہذب زندگی گزارنے کے ذرائع میسر

ہوں اور جہاں اس کی اصل انسانی تشخص کو محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی عزت اور احترام یقینی ہو نیز یہ معاشرہ بچے کی فطرت ضرورتوں کی تحفظ کا بھی ضامن ہو۔اس مقصد کے لیے اسلام نے دنیاکے سامنے بچوں کے حقوق کا ایک جامع نظام پیش کیا ہےاور ان کی زندگی کا کوئی بھی مرحلہ ایسا نہیں چھوڑا جس کے بارے میں اسلام نے واضح ہدایات اور تعلیمات پیش نہ کیے ہوں۔ یہاں تک کہ اسلام نے بچوں کی جسمانی، ذہنی اور روحانی تمام ضروریات کا خیال رکھا ہے۔ بچوں کے حقوق سے متعلق اسلام کے قوانین اور تعلیمات پر نظر ڈالا جائے تو یہ عظمت اسلام ہی کے نصیب میں آئی ہے جس نے بچے کی زندگی اور خوشی اور اس کی پرورش سے متعلق کسی چیز کو نظرانداز نہیں کیا۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کیوں کہ خدا تعالیٰ نے نے خود فرمایا ہے کہ:

"مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ" (47)

"ہم نے اس کتاب (قرآن) میں کوئی بھی چیز نظرانداز نہیں کی۔"

اسلام نے بچوں کے حقوق سے متعلق جو تعلیمات پیش کی ہیں درج ذیل میں ان کا مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

پیدائش سے قبل بچوں کے حقوق:

اسلام نے بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے حقوق کی طرف توجہ نہیں دی بلکہ پیدائش سے پہلے ہی اس کے لیے کچھ امتیازی حقوق کی ضمانت دی ہے۔ اسلام نے بچے کے لیے پیدائش سے قبل یہ حق مقرر کیا ہے کہ اس کے لیے نیک والدین کا انتخاب کیا جائے۔ بچے کے لیے صالح اور نیک ماں منتخب کرنا کیوں کہ ماں کی نیکی بچے کی پرورش اور نظم و ضبط پر مثبت اثرات مرتب کرتے ہیں۔ جب بچے کی ماں نیک، ملنسار، پرہیزگار اور نیک طبیعت ہوتی ہے اور وہ اس کی پرورش کرتی ہے تو اس کااثر لازمی طور پر بچے پڑتا ہےاور اس کی اچھی نشوونما ہوجاتی ہے۔قرآن کریم میں ہے:

"الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ" (48)

"پاک باز عورتیں پاک باز مردوں کے لائق ہیں اور پاک باز مرد پاک باز عورتوں کے لائق ہیں"

اور نبی مہربان ﷺ نے بھی فرمایا: "عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے یا اس کے خاندانی شرافت کی وجہ سے یا اس کے حسن وجمال کی وجہ سے اور یا پھر اس کی دینداری کی وجہ سے۔ پس تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر۔ اگر تو ایسا نہیں کروگے تو آخر میں تجھے ملامت اور پشیمانی ہو گی" (49)

قرآن کریم نے شادی کے معاملے میں اچھے باپ کا انتخاب بھی بچے کا حق قرار دیا ہےاور شادی کے لئے مرد میں نیکی کو معیار ٹھہرایا ہے اور نیک خصلت مردوں کے لیے شادی کی راہیں آسان کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ" (50)

"تم میں سے جن کا نکاح نہ ہو، ان کا بھی نکاح کراؤ اور تمہارے (صالح) غلاموں اور کنیزوں میں سے جو نکاح کے قابل ہوں ان کا بھی، اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی کردے گا اور اللہ بہت وسعت ولا ہے، سب کچھ جانتا ہے"

حالت جنین میں بچے کا حق:

جنین کا مرحلہ بچپن کا بنیادی مرحلہ سمجھا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیات کریمہ نے بچے کی زندگی کے اس اہم مرحلے (جب وہ ابھی حمل کی صورت میں ہو) سے بحث کی ہے۔ قرآن کریم کی ان آیات میں بہت سے ایسے احکام ہیں جو جنین کے حقوق کی ضمانت دیتے ہیں جو اللہ رب العالمین نے پیدائش سے قبل ہی بچے کے لیے مقرر کیے ہیں۔ اس میں اسقاط حمل سے لے کر اسے جسمانی اور نفسیاتی مشکلات سے بچانے اور یا جو اس کی صحت تک کے حقوق شامل ہیں۔ اسلام میں عورت اور اس کے جنین کی فکر اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ مرد کو اسے حمل اور دودھ پلانے کے دوران بعض شرعی اخراجات کا پابند ٹھہرایا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اسی دوران اس کی ماں کوئی جرم کرلیتی ہے تو اس کے جنین کو نقصان پہنچنے کے خوف سے اسلام نے اس کے خلاف کچھ سزائیں نافذ کرنے سے بھی گریز کیا ہے جیسا کہ الغامدیہ کے قصہ میں نبی ﷺ کے عمل سے اس بات کا ثبوت موجود ہے۔ کہ نبی ﷺ نے اسے بچے کی ولادت تک مہلت دی اور بچے کی رضاعت کا انتظام ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اس پر حد نافذ کردی۔ ([51]) اس کے علاوہ اسلام نے جنین کو قتل اور اس کے لیے تمام مالی حقوق بشمول وراثت، وصیت اور دیگر قوانین وضع کئے ہیں۔

زندگی کا حق:

رحم مادر سے پیدا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمان والدین پر بچے کی جان کی حفاظت فرض کی ہے۔ اسلام سے قبل یا تو غربت کے خوف، یا بہ وجہ شرم بیٹیوں کو زمین میں زندہ گاڑ دیا جاتا تھا بلکہ کبھی تو اولاد کو اپنے دیوتاؤں کے نام پر ذبح یا قتل کیا جاتا تھا۔ قرآن کریم نے اس غلط رسم سے قطعی طور پر منع کیا ہے۔ قرآن کریم نے عربوں کے اس ظالمانہ روش کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ" ([52])

"اور جو بچی قبر میں زندہ گاڑ دی گئی تھی اس سے پوچھا جائے گا کہ اس کو کس جرم میں مار دیا گیا"

اولاد کو قتل کرنے اور اس کی جان کی حفاظت نہ کرنے سے منع کرنے کا حکم قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا" ([53])

"اور اپنی اولاد کو مفلسی (غربت) کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمھیں بھی۔ سمجھ لو کہ انھیں قتل کرنا بڑی بھاری غلطی ہے"

انسانی جان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے اس لیے اس کی حفاظت نہ کرنے والوں اور بچوں کے قتل کو جائز سمجھنے والوں کے لیے شدید ترین عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْھَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا" ([54])

"اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور اس پر لعنت بھیجے گا اور اس کے لیے اللہ نے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

زندگی کا حق اللہ رب العزت کی طرف سے بچے کے لیے، بلکہ درحقیقت ہر انسان کے لیے ایک بہت بڑا تحفہ ہے خواہ اس کی جنس، رنگ یا مذہبی وابستگی کچھ بھی ہو۔

کان میں آذان دینے اور تحنیک کا حق:

اسلام نے پیدائش کے بعد بچے کے کانوں میں آذان کی تعلیم دی ہے، تاکہ اس کے کانوں میں سب سے پہلے خیر کے وہ کلمات پڑھے جائیں جو اللہ کی توحید اور رسالت نبوی کی گواہی پر مشتمل ہیں۔ توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدی ﷺ کی گواہی کے علاوہ بچے کے کانوں میں آذان اور اقامت دینے سے سب سے پہلے نماز کا حکم اس کے کانوں میں ڈالا جاتا ہے، تاکہ نومولود بچے کو ابتداء ہی سے ایمان کے جوہر اور دین اسلام کی روح عقیدۂ توحید ورسالت اور تصور عبادت سے مالا مال کیا جاسکے۔

یہ بھی ایک مستحب عمل ہے کہ جس طرح رسول اکرم ﷺ نو مولود بچوں کی تحنیک فرماتے تھے، اسی طرح بچے کے والد یا کسی نیک اور اچھے عالم سے کھجور کو منہ میں نرم کرکے بچے کی تحنیک کی جائے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے:

وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ (55)

" میرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، تو میں اسے نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا آپ نے اس کے لیے ابراہیم نام تجویز فرمایا، اور کھجور کو اپنے مبارک دانتوں سے نرم کرکے اسے چٹایا، اور اس کے لیے دعائے برکت کی، پھر اسے میرے حوالے کر دیا۔"

بچے کے لیے اچھا نام رکھنا:

بچے کا اپنے باپ پر یہ بھی حق ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے بچے کے لیے اچھے نام کا انتخاب کرے اور اس کا کوئی بدصورت یا نامناسب نام نہ رکھے۔ کیونکہ بدصورت نام بچے کے لیے زندگی بھر استہزاء اور تضحیک کا باعث ہوتا ہے۔ رسول ﷺ نے بھی اچھے اور خوبصورت نام رکھنے کا حکم دیا ہے:

إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ (56)

"بروز قیامت تم اپنے اور تمھارے باپ دادوں کے نام سے پکارے جاؤ گے اس لیے اپنے اچھے نام رکھا کرو"

رسول اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ زمانہ جاہلیت میں رکھے گئے برے اور غلط ناموں کو بدل کر خوبصورت نام رکھ دیتے تھے جو اسلام میں فخر کا باعث ہوں۔ سیدنا عمرؓ کی ایک بیٹی کا نام عاصیہ "نافرمان" تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام تبدیل کرکے جمیلہ "خوبصورت" رکھا۔ (57)

عقیقہ:

اسلام میں بچے کا عقیقہ کرنا سنت ہے اور یہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن ایک یا ایک سے زیادہ بکریوں کو ذبح کرنے سے کیا جاتا ہے تاکہ بچے کے گھر والے، رشتہ دار اور پڑوسی اس خوشی میں شریک ہوسکیں۔ یہ دراصل بچے کی پیدائش پر اللہ کی نعمت اور فضل پر اس کی شکر گزاری کے اظہار کے طور پر کیا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ:

"بچہ اپنے عقیقہ تک گروی ہے جو (اس کی پیدائش کے) ساتویں دن بچے کی طرف سے ذبح کیا جائے اور اس کا سر

منڈا جائے اور اس کے لیے (خوبصورت) نام رکھا جائے" ([58])

حق پرورش و رضاعت:

بچے کی پرورش اور اس کے جملہ امور کی دیکھ بھال جیسے کہ اس کے کھانے پینے، لباس ، سونے کا انتظام کرنا اور اس کی صفائی، تعلیم وتربیت اور اس کی پرورش کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے بچے کے والدین یا قریبی رشتہ دارلازمی قرار دی ہے۔اس سلسلے میں اللہ سبحانہ نے والدہ کی یہ ذمہ داری مقررفرمائی ہے کہ وہ اپنے بچے کی حفاظت کرے گی اوراسے دودھ پلائے گی ۔ بچے کودودھ پلانے کے لیے شریعت نے اتنی رخصت دی ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کو روزہ جیسی فرض عبادت کوافطار کرنے کا حق دیا ہے، اور رضاعت کے عوض اللہ تعالیٰ نے والد پر بچے اور اس کی ماں کے نان ونفقہ کی ذمہ داری عائد کردی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> "اور مائیں (پورے) دو سال تک اپنے بچوں کو دودھ پلائیں۔ یہ مدت ان کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہیں۔ اور بچے کے باپ پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقے پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائیں" ([59])

دودھ پلانے کے دورانیے کا وقت اللہ تعالیٰ نے بچے کی جسمانی، صحت، نفسیاتی اور جذباتی نشوونما کو مد نظر رکھتے ہوئے مقرر کیاہے۔ جس کی تصدیق جدید طبّی تحقیقات سے ہوئی ہے۔

ختنہ:

اسلام نے بچے کے جسمانی، جنسی صحت اور دیگرطبّی فوائد کی بنا پر بچے کا ختنہ کرنے کی تعلیم دی ہےجس کا مقصدبچے کے اعضائے مخصوصہ کو جراثیم کے جمع ہونے سے محفوظ کرنا اور صفائی اور پاکیزگی کو برقرار رکھناہے۔ اس کے علاوہ یہ عمل فطرت میں بھی شامل ہےاور ایک مسلمان کے لیے دوسروں سے ممتاز کرنے کا بھی ایک ذریعہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

> " پانچ باتیں فطرت میں شامل ہیں (اولاد نرینہ کا) ختنہ کرانا، زیر ناف بال مونڈنا، مونچھوں کاکترانا، ناخن تراشنااور بغل کے بال اکھیڑنا "([60])

صحت کا حق:

بچے کی زندگی کا حق اور اس کی صحت کا حق دونوں آپس میں لازم اور ملزوم ہیں۔بچے کی صحت حفاظت کی مختلف صورتیں ہیں جن میں اسے متوازن خوراک فراہم کرنا، مختلف خطرات اور بیماریوں سے بچے کوبچانا شامل ہے۔چنانچہ اسلام نے بچے کے لیے حلال اور اچھی روزی کمانے ان کے لیے کھانے پینے اور متوازن غذاء فراہم کرنے کو والدین کی ذمہ داری قرار دی ہے اسی طرح بچے کی صحت اور نفسیاتی توازن کا خیال رکھنا بھی ماں باپ کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔([61])

کھیل کود کا حق:

اسلام نے ایک جامع نظام حیات ہونے کی وجہ سے کھیلوں پر خصوصی توجہ دی ہے کیونکہ اس سے انسانوں کے رویوں میں مثبت تبدیلی پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ جسم کو بھی تقویت ملتی ہے، اس کی وجہ سے انسانی دماغ کو تحریک ملتی

ہے اور اس کی وجہ سے بیماریوں سے بھی بچاجاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضبوط مومن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"قوی مومن بہتر اور زیادہ محبوب ہےاللہ کو کمزور مومن سے" (62)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین پر زور دیا کہ وہ اپنے بچوں کو گھڑ سواری، تیراکی اور دیگر مفید کھیل سکھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بچے کا اپنے باپ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے لکھنا، تیراکی اور تیر اندازی سکھائے اور اسے حلال رزق کے سوا کچھ نہ دے۔" (63)

اسلام کی یہ کوشش ہے کہ بچے کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے تمام حقوق کی ضمانت دی جائے، اور اس کی جسمانی اور صحت سے متعلق حقوق کی حفاظت کی جائے۔ کیوں کہ صحت مند بچہ ایک صحت مند خاندان کا پیش خیمہ ہے جس کے نتیجے میں ایک مضبوط اور صحت مند معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

تعلیم وتربیت کا حق:

اسلام نے والدین کو اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم کا پابند بنایا ہے، اور بچوں کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی ہے۔ بچے کو اچھے کاموں میں تربیت دینا، اور اسے دیانت داری، امانت داری، راستبازی، صبر اور پرہیزگاری جیسے اچھے اخلاق سکھانا، بچے کے طرز عمل کو درست کرنا، اس کے اخلاق کی اصلاح کرنا اور اسے برائیوں اور اخلاق رزیلہ سے دور رکھنا والدین کی اہم ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے ایمان والو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرو۔ اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ (64)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

" یا رسول اللہ ہم اپنے آپ کو جہنم سے بچا سکتے ہیں لیکن ہم جہنم سے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کیسے کریں گے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم انھیں ان کاموں سے منع کرو جس سے اللہ نے تمھیں منع فرمایا ہے، اور تم انہیں ان کاموں کا حکم دو۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔ " (65)

حق مساوات:

اولاد خواہ بیٹے ہو یا بیٹیاں ہوں، اسلام ان کے درمیان حسن سلوک اور تحفے تحائف دینے میں عدل اور مساوات کا حکم دیتا ہےاور ان سے نفرت، حسد کرنے یا انھیں تکلیف دینے سے سختی سے منع کرتا ہے۔ نبی مہربان ﷺ نے فرمایا:

"اپنے اولاد کو عطیہ یا تحفہ دینے میں عدل (مساوات) قائم کرو۔ اگر میں (ان میں سے) کسی کو فضیلت دیتا تو لڑکیوں کو فضیلت دیتا" (66)

شفقت و محبت کا حق:

اسلام بچے کے اس حق کی ضمانت بھی دیتا ہے کہ اس کے ساتھ محبت، شفقت اور رحمت کا برتاؤ کیا جائے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث میں بچوں کے ان حقوق کا بھی ذکر موجود ہے مثلاً سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"رسول اکرم ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے۔تو اقرع رضی اللہ عنہ عرض کیا کہ میرے تو دس بیٹے ہیں لیکن میں نے آج تک ان میں سے کسی کو بھی بوسہ نہیں دیا۔جس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئی فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔" (67)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بچے کے ساتھ رحم اور شفقت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے جس کی ایک صورت اس کو بوسہ دینا ہے اور اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے بچے کے نفسیات پر مثبت اثر پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ بچوں کے ساتھ انتہائی مہربانی اور پیار سے پیش آتے تھے اور بسا اوقات ان کے ساتھ مذاق کرنے کے علاوہ کھیلتے تھے اور بچوں کے لیے دعا بھی فرمایا کرتے تھے۔

حق نفقہ:

اسلام وہ واحد دین ہے جو بچے کو اس کے مکمل مالی اور مادی حقوق کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور اس کی ابتداء بچے کی ماں پر اس کی حمل کے دوران خرچ کرنے کے حق سے ہوتا ہے۔ اسلام نے بچے کے نفقہ اور اس کے اخراجات اس کے والدین پر اس وقت تک واجب قرار دیئے ہیں جب تک کہ وہ جوان نہ ہو اور اس میں کمانے کی صلاحیت پیدا نہ ہو جائے یا جب تک بچہ بالغ نہ ہو جائے، بلکہ اگر اولاد بیٹی ہو تو والدین پر اس کا نفقہ صرف بالغ ہونے تک نہیں بلکہ اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ اس کی شادی نہ ہو۔ اس کے علاوہ بچے کے حقوق میں اس کا کھانا، لباس، رہائش، تعلیم اور اسے کوئی ہنر سکھانا سب شامل ہیں۔ (68)

میراث میں حق:

اسلام نے وراثت میں بچے کے حق کو اس وقت تسلیم کیا جب وہ زمانہ جاہلیت میں اس حق سے محروم کیا گیا تھا اور بچے کے اس حق کے لیے اسلام انتہائی درست، جامع اور مناسب منصوبہ بندی کی ہے۔ وراثت کا حق اسلام نے ہر بچے کے لیے مقرر کیا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اولاد کے اس حق کی نشاندہی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمائی ہے:

""

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (69)

"اللہ تعالیٰ تمھاری اولاد کے بارے میں تمھیں حکم دیتا ہے کہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے"

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

"مردوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو۔ چاہے وہ (ترکہ) تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے"

ان سب حقوق کے علاوہ اسلام نے یتیم بچے کے مال کی دیکھ بھال اور حفاظت کا حکم دیا ہے اور یتیم کی دیکھ بھال کرنے، اس کے ساتھ لطف ومہربانی سے پیش آنے اور اس پر ظلم کرنے سے باز رہنے پر زور دیا ہے قرآن کریم میں تیموں کے حقوق سے متعلق آیاتکثرت سے موجود ہیں۔ یہ دینِ اسلام کی عظمت کا ایک مظہر ہے کہ اس نے یتیم بچے کو وہ تمام حقوق دیئے ہیں جن حقوق کی فطرت متقاضی ہےاور اس سے اسلام کا مقصد یہی ہے کہ یتیم بچے بھی عام بچوں کی طرح باوقار زندگی بسر کر سکیں۔اورانھیں بھی وہ سب حقوق حاصل ہوں جو عام بچوں کو حاصل ہیں۔

درحقیقت اسلام نے بچے کے حقوق کے ان تمام پہلوؤں کااحاطہ کیا ہے جن کا شمار مشکل ہے اسلام نے والدین کو ان حقوق کو ترک کرنے، اسے نظر انداز کرنے یا اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں میں کسی قسم کی غفلت برتنے کو سنگین جرم قرار دیا ہے۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا بحث سے یہ معلوم ہواکہ بچوں کے حقوق سے متعلق تمام الہامی مذاہب میں بہت سی تعلیمات موجود ہیں اور ان تمام الہامی مذاہب میں اسلام نے بچے کی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور اس کے حقوق کے لیے ایک غیر معمولی اور جامع نمونہ پیش کیا ہے۔ حالات اور مواقع چاہے جیسے بھی ہوں، اسلام کا پیش کردہ یہ جامع نمونہ ہر زمانے اور جگہ کے لیے آج بھی قابل عمل ہے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے دیگر بے شمار انعامات ہیں اسی طرح بچوں کو بھی نعمت خداوندی سمجھتے ہوئے دیگر انعامات کی طرح اس نعمت پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکراور اس کی مسلسل تعریف کرتے رہنا چاہیئے۔ا ور شکر کی عملی صورت یہی ہے کہ بچوں کی حقوق کے تحفظ کو ہر حال میں مقدم رکھا جائے۔ بچوں کے حقوق سے متعلق اسلام کے پیش کردہ ہدایات اور تعلیمات کی مثال دنیا کی کسی اور تہذیب، شریعت وقانون اور مذہب میں نہیں ملتی۔اس لیے ضروری ہے کہ بچے کے تمام حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے اور ان تمام خطرات مشکلات کی روک تھام کیا جائے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ بچوں کے حقوق کو متاثر کرتے ہوں،تاکہ بچوں کو موجودہ دور اور مستقبل کے چیلنجوں کا سامنا کرنے کے لیے بہتر انداز میں تیار کیا جاسکے۔

نتائج:

دنیا کے مختلف تہذیبوں اورالہامی مذاہب میں بچوں کے حقوق پر اس مختصر سی پیشکش کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1. بچوں کے حقوق کے بارے میں سابقہ تہذیبوں کا نظریہ واضح منظم بنیادوں پر مبنی نہیں تھا۔ بلکہ ایک طرف ان حقوق کے پیچھے ان کے ذاتی مقاصد اور دوسری طرف ریاست کے اہداف اور عزائم کے حصول کارفرما تھے۔
2. یہود و نصاریٰ کی تحریف شدہ کتابوں میں اگرچہ بچوں کے بعض حقوق اب بھی موجود ہیں لیکن بہت سے حقوق ایسے ہیں جو اب بھی ان کتابوں میں موجود نہیں۔ جب کے بعض حقوق انسانی ساختہ قوانین سے اخذ کیے گئے ہیں اور بعض قوانین تو ایسے بھی ہیں جو ناقابل بھروسہ اور ناقابل عمل ہیں۔
3. اسلام میں بچوں کے حقوق کا تصور جامع اور خدا تعالیٰ کا وضع کردہ ہےاور یہ قرآن اور سنت نبوی کی صورت میں موجود وحی الٰہی سے مستنبط شدہ ہیں جس کی وجہ سے ان حقوق میں کسی قسم کی کمی یا کوتاہی نہیں پائی جاتی اور نہ

ہی ان میں کوئی خلاء ہے اور یہی وہ خصوصیت ہے جو اس نظام حقوق کو دوسری تہذیبوں اور انسانی قوانین سے ممتاز کرتی ہے۔

4. اسلام کے وضع کردہ حقوق اطفال کا نظام ایک جامع اور درست نظام ہے جو مبنی بر وحی ہونے کی وجہ سے مکمل حکمت اور رہنمائی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کے تمام مسائل کا جامع حل بھی پیش کرتا ہے۔ اسلام کا پیش کردہ یہ نظام جنس، رنگ یا نسل کی تفریق کے بغیر بچوں کے خوشحال اور خوشگوار زندگی کے لیے ایک جامع اور منظّم قانون ہے۔

5. اسلام کا پیش کردہ بچوں کے حقوق کا نظام درحقیقت بچوں کے فائدے کا ایک مستقل قانون ہے جو صحیح معنوں میں ایک ایسی تعلیمی اور اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے جو والدین کے اپنے بچوں کے ساتھ برتاؤ کا عملی طریقہ سکھاتا ہے اور انھیں اس قابل بناتا ہے کہ انھیں جو ذمہ داری سپرد کی گئی ہے وہ اسے پورے جان فشانی اور اعتماد کے ساتھ پورا کرسکیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

[1] ۔سورۃ الحج: 5

Surah Al-Hajj: 5

[2] ۔ابراہیم مصطفیٰ، الزیات احمد، حامد عبدالقادر، المعجم الوسیط، دارالدعوۃ، قاہرہ، 1400ھ، ج2، ص560، مادہ: طفل

Ibrahim Mustafa, Al-Ziyat Ahmad, Hamed Abdul Qadir, Al-Mu'jam Al-Wasit, Dar Al-Dawah, Cairo, 1400 AH, Vol. 2, p. 560, Maaddha Tifl (Child)

[3] ۔ابن منظور، لسان العرب، دار صادر للطباعۃ والنشر، بیروت، 2004ء، ج9، ص126، مادہ: طفل

Ibn Manzur, Lisan Al-Arab, Dar Sader Lil Tiba'ah Wal Nashr, Beirut, 2004 AD, Vol. 9, p. 126, Maddah: Tifl (Child)

[4] ۔خرشی، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، شرح مختصر خلیل، المطبعۃ الامیریہ، قاہرہ، ج2، ص118

Kharshi, Abu Abdullah Muhammad bin Abdullah, Sharh Mukhtasar Khalil, Al-Matba'ah Al-Amiriyyah, Cairo, Vol. 2, p. 118

[5] ۔ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز، ردالمحتار علی الدرالمختار المعروف بحاشیہ ابن عابدین، دار احیاء التراث العربی للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1419ھ، ج5، ص268

Ibn Abidin, Muhammad Amin bin Umar bin Abdul Aziz, Rad Al-Muhtar Ala Al-Durr Al-Mukhtar Al-Ma'roof Bihashiyat Ibn Abidin, Dar Ihya Al-Turath Al-Arabi Lil Tiba'ah Wal Nashr Wal Tawzi', 1419 AH, Vol. 5, p. 268

[6]۔ سورۃ الکھف: 46

Surah Al-Kahf: 46

[7]۔ نللی حنا، ڈاکٹر، ثقافۃ الطبقۃ الوسطیٰ فی مصر العثمانیۃ، ترجمہ: ڈاکٹر رؤف عباس، ص 61

Nalli Hana, Doctor, Thaqafah Al-Tabaqah Al-Wusataa Fi Misr Al-Othmaniya, Tarjama: Doctor Rauf Abbas, p. 61

[8]۔ غسان خلیل، حقوق الطفل فی الشریعۃ والقانون، الدار الجامعیۃ للطباعۃ والنشر، بغداد، 1989ء، ص 13، 14

Ghassan Khalil, Huquq Al-Tifl Fi Al-Shariah Wal Qanun, Al-Dar Al-Jamiyyah Lil Tiba'ah Wal Nashr, Baghdad, 1989 AD, p. 13, 14

[9]۔ سوقی، ناھدۃ منیر، اتفاقیۃ حقوق الطفل، موسسۃ الجامعیۃ للدراسات و النشر و التوزیع، بیروت، 2012ء، ص 40

Suqi, Nahidah Munir, Ittifaqiyat Huquq Al-Tifl, Muassasah Al-Jamiyyah Lil Dirasat Wal Nashr Wal Tawzi', Beirut, 2012 AD, p. 40

[10]۔ فیاض، منی، الطفل والتربیۃ المدرسیۃ فی القضاء الاسری والثقافی، المرکز الثقافی العربی، بیروت، 2004، ص 28

Fayaad, Manni, Al-Tifl Wal Tarbiyah Al-Madrasiyah Fi Al-Qada Al-Usri Wal Thaqafi, Al-Markaz Al-Thaqafi Al-Arabi, Beirut, 2004, p. 28

[11]۔ ابو لیلیٰ، فرج محمود، تاریخ حقوق الانسان فی التصور الاسلامی، دار الثقافۃ للطباعۃ وللنشر والتوزیع، دوحہ، 1994ء، ص 16

Abu Layli, Faraj Mahmoud, Tareekh Huquq al-Insan fi al-Tasawwur al-Islami, Dar al-Thaqafah lil-Tiba'ah wa lil-Nashr wa al-Tawzi', Doha, 1994 CE, p. 16

[12]۔ سوقی، اتفاقیۃ حقوق الطفل، ص 43

Suqi, Ittifaqiyyah Huquq al-Tifl, p. 43

[13]۔ مناع، ہیثم، حقوق الطفل، مرکز الرایۃ للتنمیۃ الفکریۃ، دمشق، 1427ھ- 2006ء، ص 13، 14

Mana', Haitham, Huquq al-Tifl, Markaz al-Rayah lil-Tanmiyah al-Fikriyyah, Dimashq, 1427 AH - 2006 CE, pp. 13, 14

[14]۔ مطوع، اقبال عبدالعزیز عبداللہ، الفقہ السیاسی للمراۃ المسلمۃ فی ضوء الاکتاب والسنۃ النبویۃ، معھد الکویت للدراسات القضائیۃ والقانونیۃ، کویت، 1427ھ، ص 31

Matou', Iqbal Abdulaziz Abdullah, al-Fiqh al-Siyasi lil-Mar'ah al-Muslimah fi Zaw' al-Aktaab wa al-Sunnah al-Nabawiyyah, Ma'had al-Kuwait lil-Dirasat al-Qada'iyyah wa al-Qanuniyyah, Kuwait, 1427 AH, p. 31

[15]۔ ایضاً

Ibid

[16] زبور 127: 3تا5

Zabur 127:3-5

[17] تورات، استثناء باب: 6، آیت: 07

Torah, Istithna' Bab:6, Ayah:07

[18] امثال 13 : 24

Amthaal, 13:24

[19] امثال 23: 13

Amthaal, 13:23

[20] استثناء: 21: 18 تا 21

Istithna':21:18-21

[21]۔ کتاب پیدائش 17: 9 تا 12

Kitab Paidaish 17:9-12

[22]۔ فائر سٹیون، رابن، ذریۃ ابراہیم مقدمۃ عن الیھودیۃ للمسلمین، معہد ہاریت وروبرت للتفاہیم الدولی بین الادیان، امریکہ، ص 144

Fayr Stiwn, Rabban, Zurriyyah Ibrahim Muqaddamah 'an al-Yahudiyyah lil-Muslimin, Ma'had Harit waRubert lil-Tafaheem al- Duwlee bayn al-Adyan, America, p. 144

[23] ظفیر الدین، مولانا، امریکہ و یورپ کا نظام ہم جنس پرستی اور اسلام کا نظام عفت و عصمت، دار الاندلس، لاہور، ص: 195

Zafeer al-Din, Maulana, America wa Yurop ka Nizam Hum Jins Parasti aur Islam ka Nizam 'Iffat wa 'Ismah, Dar al-Andalus, Lahore, p. 195

[24]۔ یرمیاہ 29: 6

Yirmiyah 29:6

[25]۔ یرمیاہ 22 : 3

Yirmiyah 22:3

[26]۔ خروج 22: 23، 24

Khuruj 22:23, 24

[27]۔ سباعی، مصطفیٰ، شرح قانون الاحوال الشخصیۃ، الزواج وانحلالہ، المجلس العربی للطفولۃ والتنمیۃ، دمشق، 1965ء، ج1، ص 39

Sabaa'ī, Mustafa, Sharh Qanun al-Ahwāl al-Shakhsiyah, al-Ziwaaj wa Inhilaluhuh, al-Majlis al-Arabi lil-Tufūlah wa al-Tanmiyah, Dimashq, 1965 CE, Vol. 1, p. 39

[28]۔ پیدائش 16: 1 تا 4

Paidaish 16:1-4

[29]۔ امثال 6: 20 تا 23

Amthaal 6:20-23

[30]۔ طرازی، مبشر، المراۃ وحقوقھا فی الاسلام، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص 12

Tiraazi, Mubashir, al-Mar'ah wa Huquqaha fi al-Islam, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, p. 12

[31]۔ ایوب 42: 15

Ayyub 42:15

[32]۔ لوقا 18: 15، 16

Luqa 18:15, 16

[33]۔ متی 18: 3، 4

Matthai 18:3, 4

[34]۔ دانیہ حلیم، حقوق الطفل، دار الثقافۃ، قاہرہ، 1992ء، ص 78
Dania Haleem, Huquq al-Tifl, Dar al-Thaqafah, Cairo, 1992 CE, p. 78

[35]۔ سوقی، ناھدۃ منیر، اتفاقیۃ حقوق الطفل، ص 52
Suqi, Nahidah Munir, Ittifaqiyyah Huquq al-Tifl, p. 52

[36]۔ یوحنا 4: 46 تا 51

Yuhanna 4:46-51

[37]۔ ططس 2 : 4

Tutus 2:4

[38] *- Le cardinal alfonso lopez trujillo. les enfants don prècieux du mariage revue al raia (archevèche maronite223 debeyrouth) nov1997 p8-9*

[39]۔ لوقا 1: 57

Luqa 1:57

[40]۔ لوقا 1: 59، 60

Luqa 1:59, 60

[41]۔ متی 18: 6

Matthai 18:6?????

[42]۔ افسیوں 6 : 4

Efsiyon 6:4

[43]۔ سوقی، ناھدۃ منیر، اتفاقیۃ حقوق الطفل، ص 50
Suqi, Nahidah Munir, Ittifaqiyyah Huquq al-Tifl, p. 50

[44]۔ پیدائش 1: 26، 27

Paidaish 1:26, 27

[45]۔ یعقوب کا عام خط 1: 27
Ya'qub ka 'Aam Khat 1:27

[46]۔ ڈاکٹر سلیم الضاہر، ڈاکٹر محمد طی، حقوق الطفل فی المسیحیۃ والاسلام بالمقارنۃ مع اتفاقیۃ الامم المتحدۃ لحقوق الطفل، المرکز الکاتولیکی للاعلام، 2004ء، ص 61
Dr. Salim al-Zahir, Dr. Muhammad Tayy, Huquq al-Tifl fi al-Masihiyya wa al-Islam bil Muqaranah ma Ittifaqiyya al-Ummam al-Muttahida li-Huquq al-Tifl, Al-Markaz al-Katoliki li-l-I'lam, 2004 AD, p. 61

[47]۔ سورۃ الانعام: 38

Surah Al-An'am: 38

[48]۔ سورۃ النور: 26

Surah An-Nur: 26

[49]۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، بیروت، 1422ھ- باب من انتظر حتی تدفن، رقم الحدیث: 5090
Bukhari, Abu Abdullah Muhammad ibn Ismail, Sahih al-Bukhari, Dar Tawq al-Najah, Beirut,

1422 H - Hadith number: 5090

[50]۔ سورۃ النور: 32

Surah An-Nur: 32.

[51]۔امام مسلم، ابوالحسن مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، دار احیاء التراث الاعربی، بیروت، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، رقم الحدیث: 1695

Imam Muslim, Abu al-Hasan Muslim ibn al-Hajjaj, Sahih Muslim, Dar Ihya al-Turath al-Arabi, Beirut, Hadith number: 1695

[52]۔ سورۃ التکویر: 8، 9

Surah At-Takweer: 8, 9

[53]۔ سورۃ الاسراء: 31

Surah Al-Isra: 31

[54]۔ سورۃ النساء: 93

Surah An-Nisa: 93

[55]۔ صحیح البخاری، باب من انتظر حتی تدفن، رقم الحدیث: 5467

Sahih al-Bukhari, Hadith number: 5467

[56]۔ابوداود، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، دارالکتاب العربی بیروت، باب فی تغییر الاسماء، رقم الحدیث: 4950

Abu Dawood, Sulaiman ibn al-Ash'ath, Sunan Abi Dawood, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut, Hadith number: 4950

[57]۔ صحیح مسلم، باب استحباب تغییر الاسم القبیح الی حسن، رقم الحدیث: 2139

Sahih Muslim, Hadith number: 2139

[58]۔ سنن ابی داود، باب فی العقیقۃ، رقم الحدیث: 2840

Sunan Abi Dawood, Bab Fi Al-Aqiqah, Hadith Number: 2840

[59]۔ سورۃ البقرۃ: 233

Surah Al-Baqarah: 233

[60]۔ صحیح البخاری، باب الختان بعد الکبر ونتف الابط، رقم الحدیث: 5939

Sahih Al-Bukhari, Hadith Number: 5939

[61]۔ محمد کتانی، ڈاکٹر، من منظور الاسلامی، دار الثقافۃ للنشر والتوزیع، قاہرہ، 1990ء، ص353

Muhammad Kattani, Doctor, Min Munazur Al-Islami, Dar Al-Thaqafah Lil Nashr Wal Tawzi', Cairo, 1990 AD, Page 353

[62]۔ صحیح مسلم، باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز، رقم الحدیث: 2664

Sahih Muslim, Hadith Number: 2664

[63]۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الجامع الصغیر، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ج2، ص79

Sayuti, Jalal Al-Din Abd Al-Rahman bin Abi Bakr, Al-Jami' Al-Sagheer, Dar Al-Fikr Lil Tab'ah Wal Nashr Wal Tawzi', Beirut, Vol. 2, Page 79

[64]۔ سورۃ التحریم: 6

Surah Al-Tahrim: 6

[65]۔ سعدی، عبدالرحمن بن ناصر، تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر الکلام المنان، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1420ھ، ج1، ص166

Saadi, Abdul Rahman bin Nasir, Tayseer Al-Karim Al-Rahman Fi Tafsir Al-Kalam Al-Mannan, Muassasat Al-Risalah, Beirut, 1420 AH, Vol. 1, Page 166

[66]۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ج3، ص39

Sayuti, Al-Jami' Al-Saghir, Vol. 3, Page 39

[67]۔ صحیح البخاری، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ، رقم الحدیث: 5997

Sahih Al-Bukhari, Hadith Number: 5997

[68]۔ عیاشی، جمال الدین، النظام الاجتماعی فی الاسلام، مطبعۃ شرکۃ العمل للنشر والصحافۃ، 1973ء، ص51

Ayyashi, Jamal Al-Din, Al-Nizam Al-Ijtima'i Fi Al-Islam, Matba'ah Shirkat Al-'Amal Lil Nashr Wal Sihafah, 1973 AD, Page 51

[69]۔ سورۃ النساء: 11

Surah An-Nisa: 11